توحیدِ باری تعالیٰ

مصنّف

بحر العلوم مفتی بغداد علامہ عبد الکریم، محمّد المدرس
النقشبندی البغدادی

مترجم

حضرت علامہ ڈاکٹر محمّد اشرف آصف جلالی مدظلہ
ایم اے عربی، پی ایچ ڈی عربی فاضل جامعہ محمدیہ بھکھی شریف فاضل بغداد یونیورسٹی

اویسی بک سٹال
جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ﷺ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توحید باری تعالیٰ

مع

حالات مصنف

بحر العلوم مفتی بغداد علامہ عبد الکریم محمد المدرس النقشبندی البغدادی

افادات

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

ناشر:

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

نام کتاب .... توحید باری تعالیٰ مع حالات مصنف

مترجم .... علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

مرتب و پروف ریڈنگ .... محمد نعیم اللہ خاں قادری

تاریخ اشاعت اول .... جولائی ۲۰۰۵ء

کمپوزنگ .... رضوی کمپوزنگ سنٹر مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ

صفحات ۳۲

تعداد .... گیارہ سو

ہدیہ .... ۱۵۔ روپے

ناشر .... اویسی بک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ

باہتمام .... شیخ محمد سرور اویسی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بحر العلوم المفتی عبدالکریم محمد المدرّس النقشبندی البغدادی مدظلہ العالی

مدرس مدرسہ قادریہ دربار غوث اعظم بغداد شریف عراق

از: محمد اشرف آصف جلالی

مدینۃ السلام بغداد شریف کے باب الشیخ سیکٹر میں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُرانوار کے زیرِ سایہ آپ ہی کے قائم کردہ مدرسہ میں مسلسل ۳۰ (تیس) برس سے درس و تدریس اور افتاء کی خدمات سرانجام دینے والے عظیم المرتبت شیخ، جو جمعیت علماء عراق کے صدر بھی ہیں اور مفتی عراق بھی۔ کشورِ تدریس کے ایسے تاجور ہیں کہ عراق اور بیرون عراق میں ''مدرس'' کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی قدیم مدرسی طرز کی ٹھوس علمی و تحقیقی کاوشیں قلم وقرطاس سے بھی ہم آہنگ رہی ہیں۔ ان کے قلم آبدار آبگینوں میں سے ایک ضخیم تفسیر کے علاوہ فنون درسیات اور دیگر موضوعات پر عربی، فارسی اور گردی زبان میں درجنوں کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ وہ عربی و گُردی کے اعلیٰ پائے کے شاعر بھی ہیں ان کے متعدّد دیوان دنیاءِ شعر میں دادِ تحسین پا چکے ہیں۔

عراق، ترکی، مراکش، جاوہ، الجزائر، سری لنکا اور دیگر کئی ممالک میں ان کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ آپ موجودہ عراق کی علمی اور روحانی شرافتوں کے امین اور سلسلہ نقشبندیہ قادریہ کے روحانی پیشوا مانے جاتے ہیں۔ دنیائے عرب میں آپ کا تعارف ایک راسخ العقیدہ سنی سکالر کی حیثیت سے ہے۔ دربار غوثیہ پر اتنے طویل عرصہ سے دینی خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے آپ ایک امتیازی حیثیت کے

حامل ہیں۔ حیران کن امر تو یہ ہے کہ اس ۹۵ سالہ مخزن علم و معرفت میں اَب بھی سہل پسندی اور تن آسانی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

روزانہ کے دس بارہ اسباق پڑھانے کے علاوہ بلاناغہ ۲ گھنٹے تصنیفی کام بھی کرتے ہیں ان کا بانس کا قلم، پرانی سی دوات، سادہ سے کردی قمیض جس پر کہیں کہیں سیاہی کے نشانات، ۹۵ سالہ بڑھاپے کا عالم، عہد پارینہ کے ہمارے اسلاف کی صحیح منظر کشی کرتا ہے۔ بندہ ناچیز کو ایک عرصے تک ان سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ پاکستان میں ان کی چند گراں قدر تصانیف چھپنے سے پہلے ان کے مختصر حالات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

نام ونسب:

عبدالکریم بن محمد بن فتاح بن سلیمان بن مصطفٰی بن محمد۔ آپ کا تعلق ہوز قاضی کے خاندان سے ہے۔

مولد وتاریخ ولادت:

شمالی عراق وہ علاقہ ہے جس میں کثرت سے کُرد قوم آباد ہے۔ اربیل، دھوک، سلیمانیہ اور کرکوک کے اضلاع یہ وہ سرزمین ہے جس نے بڑے بڑے ائمہ علوم کو جنم دیا۔ یہیں وہ شہہ زور کا ایریا ہے۔ جہاں اصول حدیث کی مستند تصنیف ''مقدمہ ابن صلاح'' کے مصنف ابن صلاح پیدا ہوئے۔ اسی علاقہ کے قصبہ خورمال کے ایک دیہات ''تکیہ'' میں حضرت شیخ عبدالکریم مدرس پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت موسم بہار کے ربیع الاوّل میں ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۱ء میں ہوئی۔

ابتداء تعلیم اور علمی سفر:

آپ نے جب ہوش سنبھالا۔ ابھی قرآن مجید اور چند چھوٹی دینی کتب پڑھی

تھیں کہ آپ کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ پھر آپ کی والدہ اور چچاؤں نے آپ کی پرورش کی اور آپ کو زیور علم سے آراستہ کرنے کیلئے آپ کی معاونت کی۔ چنانچہ ۱۳۳۱ھ میں آپ نے صَرف زنجانی پڑھنا شروع کی۔ آپ اس وقت شرح جامی پڑھتے تھے جب پہلی عالمی جنگ شروع ہوگئی اس وقت آپ نے سلیمانیہ کی طرف سفر کیا۔ پہلے مسجد ملکندی اور پھر مسجد ملّا محمد امین بالیکدری میں سکونت اختیار کی۔ اس دوران آپ نے الفیہ ابن مالک پر امام جلال الدین سیوطی کی شرح پڑھی۔

جب سلیمانیہ میں قحط کے آثار نمودار ہوئے تو آپ نے ''ھہ وراماں'' کا رُخ کیا اور خانقاہ دورُود کے مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ یہ مدرسہ معروف قادری نقشبندی بزرگ حضرت شیخ۔ شیخ علاؤالدین بن حضرت شیخ عمر ضیاء الدین کے زیر انتظام چل رہا تھا۔ ان بزرگوں نے آپ سے ہر قسم کا تعاون کیا۔ آپ نے یہاں نحو، فقہ، آداب البحث، فلکیات اور دیگر کئی علوم میں کافی کچھ پڑھ لیا۔

پھر آپ نے ''بیارہ'' کا سفر کیا اور خانقاہ بیارا کے مدرسہ میں داخلہ لیا یہاں آپ نے ملا محمد سعید العبیدی سے عربی اور کردی دونوں نصابہائے تعلیم کی، علم منطق میں جامع اور مستند کتاب برہان الکلنبوی پڑھی۔ پھر آپ نے ''بالک'' کا سفر کیا اور ملا محمود سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ان کے پاس شیخ معروف نودھی کی کتاب الفرائض اور شرح عقائد نسفی پڑھی۔ پھر آپ دوبارہ ''بیارہ'' پہنچے اور وہاں مُلّا احمد سے علم کلام کی بعض دوسری کتب کے علاوہ کردی زبان میں لکھی گئی علم کلام کی بعض دوسری کتب کے علاوہ کردی زبان میں لکھی گئی علم کلام کی معروف کتاب ''مولوی'' پڑھی اور مطول بھی یہیں پڑھی۔

۱۳۴۰ھ میں آپ سلیمانیہ کی معروف خانقاہ ''خالدیہ'' جو حضرت مجدّد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے مظہر فیض حضرت مولانا خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے میں داخل ہوئے۔اس وقت اس خانقاہ میں بحرالعلوم شیخ عمر جو کہ ابن قرہ داغی کے نام سے مشہور تھے اپنے فیوض و برکات لٹا رہے تھے۔یہاں آپ کو استفادہ کا بہت سنہری موقع میسر آیا۔آپ نے کئی علوم میں پیاس بجھائی۔بلاغت کی اقصی الامانی، نحو کی الفریدہ، تشریح مع حواشیہ للعاملی رسالۃ الحساب للعاملی، علم ہندسہ میں اشکال التاسیس، اصول دین میں تقریب المرام شرح تہذیب الکلام، اصول فقہ میں جمع الجوامع، حکمت میں حاشیۃ اللاری علی القاضی حواشی شیخ عبدالقادر مہاجر، الربع الحبیب، فقہ میں منہج اور اس کی شرح جو قاضی ذکریا نے کی ہے اور دیگر کئی علوم وفنون میں استفادہ کیا۔آپ نے عراق میں عہد قدیم سے رائج دو نصابوں (عربی منہج تعلیمی اور کُردی منہج تعلیمی) میں دسترس حاصل کی کُردی مدرسی نصاب عربی مدرسی نصاب کی بنسبت قدرے مشکل ہے۔

حفظِ متون:

آپ نے اپنے تعلیمی زمانہ میں تقریباً تمام مروّجہ علوم وفنون کے جامع متون حفظ کر لئے تھے۔اور اس قدر یاد تھے کہ سوتے میں بھی پڑھ لیتے تھے۔آج جبکہ ان کی عمر ۹۵ سال تک پہنچ چکی ہے۔ابھی بھی انہیں کسی فن کا متن پڑھنے میں کوئی تردّد نہیں ہے۔ اتنے بڑھاپے کی وجہ سے بھی متون ان پر خلط ملط نہیں ہوئے۔جب بھی کوئی بحث ہوتی ہے تو اس کے دوران اس سے متعلق متون کی عبارت زبانی پڑھتے ہیں۔میں نے آپ کو کئی بار صرف۔نحو۔منطق۔آداب البحث۔فقہ۔اصول فقہ اور اصول حدیث میں بوقت ضرورت متون کی عبارت پیش کرتے سنا۔حفظ متون کا ان کے زور استدلال اور قوتِ احتجاج میں بڑا دخل ہے۔

مرحلۂ فراغت:

عراق کے مدرسی نظام میں عجیب انداز سے ایک فاضل کو مرحلۂ فراغت میں داخل کیا جاتا ہے۔جس کسی شیخ کے پاس کسی نے تکمیل علوم کی ہو وہ شیخ اپنے معتمد فاضل کو اپنی اجازت علمی سے مشرف فرماتے ہیں۔عراق میں ایک علمی سند بڑی اہم سمجھی جاتی ہے جو مختلف واسطوں سے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے اور پھر ان سے مختلف وسائط کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، پھر حضور مبدءِ علم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔علماء ومشائخ کے ایک اجتماع میں مُجیز استاذ اپنے ہاتھ سے سند لکھتے ہیں۔پھر وہ اجتماع میں پڑھ کر سنائی جاتی ہے اور فارغ التحصیل ہونے والے فاضل کو ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے۔شیخ عبدالکریم صاحب کو حضرت ابن قرہ داغی کے واسطہ سے وہ سند حاصل ہوئی جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔چنانچہ حضرت ابن قرّہ داغی نے اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ مبارک سند لکھی اور علماء ومشائخ کے ایک بڑے اجتماع میں حضرت شیخ محمد نجیب نے پڑھ کر سنائی۔حضرت شیخ عبدالکریم مدرس اپنی کتاب ''علماء نا فی خدمۃ العلم والدین'' میں اس محفل کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''وکتب ورقات الاجازۃ بیدہ الشریفۃ و قرأھا فی المحفل الاستاذ الکبیر الشیخ محمد نجیب فکان المحفل حدیقۃ من الحدائق الروحیۃ'' کہ حضرت عمر ابن قرہ داغی نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اجازت علمی تحریر فرمائی اور استاذ کبیر حضرت شیخ محمد نجیب نے پڑھ کر سنائی تو محفل باغیچوں میں سے ایک باغیچہ کی شکل اختیار کر چکی تھی۔آپ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

آغاز تدریس:

آپ نے شمالی عراق میں ''حلبجہ'' کے قریب ایک گاؤں ''زرگمہ جار'' میں شیخ صدیق کے دارالعلوم میں تدریس کا آغاز کیا۔ یہاں آپ نے بہت سے طلباء کی علمی پیاس بجھائی۔ ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۴۸ھ تک یہیں تدریس فرماتے رہے۔

بیارہ میں تدریس:

اپنے شیخ طریقت حضرت شیخ علاؤالدین نقشبندی کے ایماء پر بیارہ کی تاریخی خانقاہ میں آپ مدرس مقرر کئے گئے وہاں آپ کی تدریس کا مزید چرچا ہوا۔ قریب وبعید شائقین کھنچے چلے آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے وہاں کئی علمی مباحثوں اور مذاکرات میں حصہ لیا کیونکہ خانقاہ بیارہ میں جلیل القدر علماء کرام کا آنا جانا رہتا تھا۔ آپ نے بیارہ کا ذکر بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔

اس خانقاہ مقدسہ میں موجود حضور سرور عالم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اور اولیاء کرام کی برکات کی وجہ سے آپ یہاں بہت مسرور ہوئے۔ نہایت دلجمعی سے ایک طویل عرصہ تک تدریس فرمائی چنانچہ آپ نے ۱۳۴۸ھ سے لے کر ۱۳۷۱ھ تک یہیں پڑھایا۔ آپ کی تدریس کے ڈنکے ہر طرف بجنے لگے تھے اور آپ کی اصابت فکر اور صلابت رائے کے چرچے دور دور ہونے لگے۔

ایک وضاحت:

اکثر عراقی آپ کو شیخ عبدالکریم بیارہ کہتے ہیں۔ مدرس کے لقب کے ساتھ ساتھ بیارہ کا لاحقہ بھی آپ کے نام کے ساتھ کافی عام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ

خانقاہ بیارہ میں طویل عرصے تک مسند تدریس پر جلوہ افروز رہے۔ آپ نے بیارہ میں تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ اس لئے آپ کو شیخ عبدالکریم بیارہ بھی کہا جاتا۔ جیسے ہمارے ہاں استاذ محترم، ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب کو جامعہ بندیال کے ساتھ ایک طویل عرصہ منسلک رہنے اور وہاں پر تدریسی فرائض سرانجام دینے کی وجہ سے بندیالوی کہا جاتا ہے۔

سلیمانیہ وکرکوک میں تدریس:

بیارہ کے بعد سلیمانیہ میں کچھ دیر پڑھانے کے بعد آپ نے کرکوک کو اپنے علمی فیضان سے سیراب کیا۔ کرکوک کے بعض باسی عربی النسل، بعض کردی النسل اور بعض ترکی النسل ہیں۔ یہاں چار زبانیں عربی، کردی، ترکی اور فارسی ایک ساتھ چلتی ہیں۔ آپ کرکوک کے تاریخی علمی گہوارے تکیہ طلبانیہ میں الحاج جمیل طلبانی کے کہنے پر مدرس مقرر ہوئے۔ یہاں بھی آپ سے کافی فضلاء نے استفادہ کیا۔

بغداد شریف میں آمد:

تقریباً ۱۹۶۴ء میں آپ بغداد شریف میں تشریف لے آئے اور وزارت دفاع کے قریب جامع احمد میں آپ امام وخطیب مقرر ہوئے۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں شرف تدریس:

حضرت غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جس مدرسہ میں خود پڑھایا کرتے تھے وہ اسی مقام پر واقع تھا جہاں آج آپ کا مزار پرانوار ہے کیونکہ آپ کو اپنے مدرسہ کے برآمدے میں سپرد خاک کیا گیا تھا۔ اس جگہ خدمت دین یقیناً ایک بہت بڑا

شرف ہے۔حکومت عراق کی طرف سے آپ کو الحضرۃ الگیلانیہ میں استاذ مقرر کر دیا گیا۔ آپ سے پہلے فضیلۃ الشیخ محمد قزلجی دربار عالیہ غوثیہ میں پڑھاتے تھے،ان کے وصال کے بعد آپ وہاں مدرس مقرر کئے گئے۔اس گہوارۂ رُشد و ہدایت میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اور حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے بحسن و خوبی یہ ذمہ داری سنبھالی اور نبھاتے چلے آرہے ہیں۔دربار عالیہ غوثیہ کے عالم اسلام میں ایک منفرد مقام کی وجہ سے دور دراز ممالک سے طلباء بھی آپ کے پاس پہنچے اور اپنے دامن کو علمی آبگینوں سے آراستہ کیا۔آپ کے پاس عراق کے عربی و کُردی طلباء تو تھے ہی، ترکی، الجزائر، مراکش، جاوہ، سری لنکا اور دیگر کئی ممالک کے طلباء بھی آپ کے حلقہ میں شامل ہوئے۔

۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں قانونی لحاظ سے آپ عہدہ سے ریٹائر ہوئے لیکن شہزادگان حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ، شرفاء عراق کے اصرار اور حکومت عراق کی ایماپر آپ دربار عالیہ غوثیہ میں مسلسل تدریس اور افتاء کی ذمہ داریاں نبھاتے آرہے ہیں۔دربار شریف کی مسجد جامع گیلانیہ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کی امامت بھی آپ ہی کراتے ہیں۔

عمومی محفل وعظ:

روزانہ بغداد شریف اور عراق کے دوسرے شہروں سے وفود در وفود آپ کی زیارت اور آپ کی روحانی محفل سے فیض یاب ہونے کیلئے آتے ہیں۔عمومی ملاقات کا وقت نماز ظہر سے تھوڑا سا پہلے اور نماز عصر کے بعد مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک ہے۔آپ دربار شریف میں ہی حجرۂ مدرس میں سکونت پذیر ہیں۔صرف جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اپنے گھر جاتے ہیں اور نماز عصر تک آجاتے ہیں۔جمعرات کو نماز مغرب کے بعد آپ کا درس ہوتا ہے جس میں اکثر نوجوان جو کاروباری شعبہ سے متعلق

ہوتے ہیں یا دنیوی علوم کی یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں، شرکت کرتے ہیں۔میرے قیام کے دوران شیخ انہیں اپنی کتاب ''ارشاد الانام الیٰ احکام الاسلام'' کا درس دیتے تھے

عام گفتگو کے اہم اجزاء:

شیخ ملتے وقت تو تقریباً ہر آدمی کو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں لیکن بعد میں بعض لوگوں سے جب کسی غیر شرعی حرکت پر جسارت دیکھتے ہیں تو انہیں شدید جھڑکی بھی دیتے ہیں عموماً خوف ایزدی، درخشاں ماضی اور تصوف کی باتیں کرتے ہیں۔ردّ ابن تیمیہ اور ردّ وہابیت ان کی گفتگو کا لازمی حصہ ہے۔مسلم ممالک میں استعمار کے اثرات پر سخت نالاں ہیں۔مسلمانوں کی موجودہ پستی پر نہایت رنجیدہ رہتے ہیں۔قدیم مدرسی نظام جو عراق میں رائج ہے اور ہمارے درس نظامی کے پُر زور حامی ہیں۔جدّت بے لگام کی پر زور مذمّت کرتے ہیں۔عرب ممالک کی وہ بین الاقوامی یونیورسٹیاں جن میں علوم و فنون اسلامیہ محض نمونے کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں ان سے ناخوش ہیں۔خواہ وہ موجودہ جامعہ ازہر ہو یا کوئی اور یونیورسٹی۔جب دوران گفتگو حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ باز اشہب کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کرتے ہیں تو اکثر حاضرین آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔بعض دفعہ ان کے دُود آہ سے شرکاء محفل کو اشکباری کرنا پڑتی ہے۔

حج بیت اللہ اور دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری

آپ نے علماء و فضلاء کی ایک جماعت کے ہمراہ ۱۳۸۸ھ میں فریضہ حج ادا کیا اور دیار حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ حاضری دی۔

تصانیف (عربی زبان میں)

(۱) تفسیر مواہب الرحمٰن: آپ کی یہ تفسیر ۹ ضخیم مجلدات پر مبنی ہے۔یہ تفسیر جہاں ٹھوس

علمی تحقیقات اور فکری نکات پر مبنی ہے وہاں جدید مسائل پر بحث اور سائنسی علوم کا رنگ بھی پایا جاتا ہے۔

(۲) نورالاسلام: یہ کتاب بعض آداب اور اہم امور اعتقادیہ پر مبنی ہے۔ اپنی طرز کی یہ منفرد کتاب عراق اور ترکی سے چھپ چکی ہے۔ پاکستان سے اس کے اُردو ترجمہ کی اشاعت ہو چکی ہے۔

(۳) ارشاد الانام الی احکام الاسلام: ضروری دینی مسائل پر یہ ایک مستند کتاب ہے۔

(۴) نورالقرآن: اس میں قرآن مجید کی تاریخ تجوید اور دیگر قرآنی امور کے بارے میں بحث ہے۔ یہ کتاب نظم و نثر ہر دو میں ہے۔

(۵) نورالایمان: یہ کتاب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ رحمہ اللہ علیہم کے فضائل و مناقب کے بیان اور ابن تیمیہ کے ردّ میں ہے۔ طلاق ثلاثہ کے وقوع پر تفصیلاً بحث اور قطعی دلائل ہیں۔

(۶) کتاب الصرف الواضح للمبتدئین: علم صرف کی ایک مفید ابتدائی کتاب ہے۔

(۷) مفتاح الاداب: یہ علم نحو میں ہے۔

(۸) خلاصۃ البیان فی الوضع والبیان: علم وضع اور علم بیان کی نہایت مفید کتاب ہے۔

(۹) کتاب الفتاح

(۱۰) کتاب الورقات

(۱۱) العزیزہ

(۱۲) الوجیہہ: یہ آخری چاروں رسائل علم منطق میں ایک نصابی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ ان کے مجموعے کا نام الرحمۃ فی المنطق والحکمۃ ہے۔

(۱۳) کتاب المقالات فی المقولات: منطق کے مقولات عشرہ کے بارے میں ہے۔

(۱۴) جواہر الفتاویٰ: یہ تین مجلدات پر مشتمل ہے۔

(۱۵) المواہب الحمیدہ فی حل الفریدہ: یہ امام جلال الدین سیوطی کی منظوم کتاب الفرید کی شرح ہے۔

(۱۶) کتاب الوسیلۃ فی شرح الفضیلۃ: یہ کتاب علامہ عبدالرحیم کی اصول دین میں لکھی گئی منظوم کتاب ''مولوی'' کی شرح ہے۔ ''مولوی'' ۱۲۰۳۱ اشعار پر مشتمل ہے۔

(۱۷) علماء نا فی خدمت العلم والدّین: اس میں عراق کے عہد آخر کے مشہور علماء کے حالات کا ذکر ہے۔ خصوصاً بغداد، حران اور شمالی عراق کے علماء کا ایک ضخیم تذکرہ ہے

(۱۸) جواہر الکلام فی بیان عقائد اہل الاسلام: یہ کتاب علم کلام میں ایک منفرد کتاب ہے۔ آپ نے علم کلام کے تمام مسائل اس کتاب میں بصورت شعر بیان کئے ہیں۔ اسی کتاب کی بصورت نثر شرح بھی آپ نے ہی لکھی ہے۔ پھر اس کتاب کے خلاصہ کو عام کرنے کیلئے اس کا خلاصہ بھی شعروں میں علیحدہ لکھا ہے۔ اصل کتاب اور خلاصہ دونوں چھپ چکے ہیں۔

(۱۹) الوردۃ العنبر یہ فی سیرۃ خیر البریہ: اس کتاب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف، میلاد شریف، مکمل سیرت طیبہ، شعروں میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ بردہ کے قافیہ پر لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب میری شیخ کے پاس موجودگی میں لکھی گئی۔ عراق پر اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے نامساعد حالات کے باوجود کتاب کی اہمیت کے پیش نظر شائع کی گئی اس دیوان سیرت کی شرح بھی خود استاذ محترم نے فرمائی تھی۔ شیخ جب یہ کتاب لکھا کرتے تھے ایک صفحہ لکھنے کے بعد لطف اندوز ہونے

کیلئے ان نئے اشعار کو اس طرز پر پڑھتے جس پر عرب قصیدہ بردہ پڑھتے ہیں۔

کُردی زبان میں تصانیف:

(۲۰) تفسیر مواہب الرحمٰن: جیسا کہ عربی زبان میں یہ تفسیر ہے۔ کُردی زبان میں بھی مکمل ۹ جلدیں ہیں۔

(۲۱) رسالۃ الایمان والاسلام: منظوم کُردی زبان میں

(۲۲) شاوی حیات: حضرات رسل علیٰ نبینا علیہم السلام کی تاریخ ان کے اسماء اور احوال کے بارے میں ہے۔

(۲۳) اساس السعادۃ

(۲۴) چل چرای اسلام فی اربعین حدیثا: وعظ وارشاد پر مشتمل چالیس احادیث کا بیان ہے

(۲۵) نورونہ جات: اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے منظوم فضائل ومناقب اور احوال شریفہ ہیں۔

(۲۶) مولودنامہ ومعراج نامہ:

(۲۷) دورشتہ: عربی کُردی قاموس منظوم شکل میں۔

(۲۸) شریعتہ می اسلام: یہ منہاج النووی کا ترجمہ ہے۔ اس میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق احکام مذکور ہیں۔

(۲۹) بہ ھاردکول زار: یہ کتاب نظم ونثر ہر دو صورت میں ہے۔ حِکم اور نکات سے مرصع ہے۔ بعض آیات قرآنیہ کی تفسیر اور بعض احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی شرح پر مشتمل ہے۔

(۳۰) وتاری آئینی بوروژالی ھہ مینی: یہ عربی کُردی خطبات جمعۃ المبارک پر مشتمل ہے

(۳۱) بارانی رہ حمۃ ت: دینیات کے بارے میں ہے۔

(۳۲) یادی مہ ردان: حضرت مولانا خالد ذی الجناحین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات، مکتوبات اور تعلیمات پر مشتمل ہے۔

(۳۳) شرح دیوان مولوی: دیوان "مولوی" کی تصوف میں لکھی گئی غزلیات کی شرح ہے۔

(۳۴) شرح دیوان نالی: نالی ایک مشہور شاعر ہوا ہے۔ یہ اس کے دیوان کی شرح ہے

(۳۵) شرح دیوان المحوی:

(۳۶) دیوان نہ فی قادر الھمو ندی

(۳۷) اقبال نامہ: اس میں منظوم حکمتیں ہیں۔

(۳۸) شرح قصیدہ مرضیہ فی العقائد: سید عبدالرحیم عرف مولوی کے قصیدہ کی شرح ہے

(۳۹) حہ ج نامہ: مناسک حج کے بارے میں لکھی گئی ہے۔

(۴۰) شہ مامہ ی پیندار: یہ حکمتوں اور نصیحتوں کے بارے میں ہے۔

(۴۱) شرح دیوان الملا مصطفیٰ البیارانی

(۴۲) یادی مہ ردان: مشہور نقشبندی بزرگ حضرت شیخ عثمان سراج الدین' آپ کے صاحبزادگان اور آپ کے پوتوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

(۴۳) پہ ی رہ وان: حضرت شیخ عثمان سراج کے خلفاء کے احوال کے بارے میں ہے۔

(۴۴) بنہ مالہ کافی کوردستان: اس کتاب میں اکراد کے مشہور ومعروف یگانہ روزگار علماء وافاضل کا ذکر کیا گیا ہے۔

فارسی زبان میں قلمی خدمت

(۴۵) شمشیر کاری: تقلید واجتہاد کے موضوع پر ایک مستند کتاب ہے۔ اس میں منکرین

کے تمام اوہام کا ازالہ کیا گیا ہے۔

شیخ کی اکثر کتب طباعت کے نور سے منور ہو کر اربابِ دانش سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ابھی ان کا قلم مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔ الوردۃ العنبر یہ کے بعد وہ ایک اور کتاب لکھ رہے ہیں۔ ان کی کتب کو عرب سکالر بہت ثقہ سمجھتے ہیں اور بطور حوالہ ان کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسے شیخ یوسف ہاشم رفاعی سابق وزیر کویت نے اپنی کتاب ''ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ'' (اردو ترجمہ اسلامی عقائد) میں شیخ کی کتاب ''نورالاسلام'' کے بعض مقامات سے اقتباس کیا ہے۔ عراق کے عرب و کرد سب ان کے علمی مقام کے معترف ہیں۔ کرد جہاں علمی لحاظ سے ابن صلاح اور ابن حاجب (صاحب کافیہ) پر اور عسکری لحاظ سے صلاح الدین ایوبی پر فخر کرتے ہیں۔ عہد حاضر میں شیخ عبدالکریم محمد المدرس بھی کُردی ہونے کی وجہ سے ان کیلئے باعث افتخار ہیں۔ عراقی قائد صدر صدام حسین صاحب خود ان کی محفل میں فتویٰ لینے کیلئے حاضر ہوئے تھے۔ شیخ عبدالکریم المدرس پاک و ہند کی سرزمین کے پرانے علمی ولولوں سے بہت متاثر ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالحکیم سیالکوٹی اور حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مبلغ علمی کے بہت قدردان ہیں۔

عہد حاضر کے پاکستان علماء میں سے ان کا قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی سے تعلق خاطر ہے۔

محمد اشرف آصف جلالی

بھکھی شریف تحصیل و ضلع منڈی بہاؤالدین

توحید باری تعالیٰ

توحید باری تعالیٰ

(یہ مضمون مفتی محمد اشرف آصف جلالی کے استاذ مفتی اعظم عراق شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی کی تصنیف ''نوراسلام'' کی ایک بحث ہے جسے اُردو میں پیش کیا گیا ہے)

ا۔نوراسلام کی ایک جھلک ایمان باللہ ہے۔

ایمان باللہ سے مراد یہ ہے کہ اس بات کا اعتراف کرنا اور صدق دل سے ماننا کہ اس علوی اور سفلی کائنات کا اور جو کچھ اس میں موجودات ہیں ان کا ایک صانع ہے جو کہ واجب الوجود اور ہر موجود کا خالق ہے۔ وہی اس بات کے لائق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ وہی تعظیم کا مستحق ہے، وہی معبود ہے اور اس کے سوا ہر کوئی اس کی قدرت کے تابع ہے۔ اس کی ہیبت سے خوفزدہ ہے اور اس کے در رحمت کی طرف دست اُمید بلند کرنے والا ہے۔ تاکہ اس کے فیضان وامتنان سے مستفیض ہو سکے۔

ذی عقل سلیم کو اس باب میں فلسفہ کی محتاجی نہیں ہے بلکہ اس کیلئے کافی ہے کہ توجہ سے ان وجوہ میں غور کرے جو میں ابھی ذکر کروں گا۔

ا۔ انسان جو کہ سطح زمین پر شمس آسمان کی شعاعوں کے نیچے بسنے والی موجودات میں سے ایک ترقی یافتہ مخلوق ہے۔ اس کی ابتداء آفرینش سے لے کر اس کے اصحاب فہم و فراست اس بات کے معترف ہیں کہ ضرور ان کا کوئی خالق ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور ضرور ان کا کوئی رب ہے جس نے ان کی پرورش کی ہے۔ مصائب وآلام میں جس سے مدد مانگتے ہیں اور مشکلات میں جس کی بارگاہ میں وہ تضرع وانکساری کرتے ہیں۔ انہیں اس بات کا شعور ہے کہ وہ اپنی ذات میں ناقص ہیں۔ ان کی قوت مدرکہ عاجز ہے۔ ان کی عقول سیدھی راہ سے بھٹک سکتی ہیں۔ ان کی اُمیدوں کے خواب شرمندۂ تعبیر

نہیں ہوئے اور وہ جس کو اپنے ناقص ہونے کا شعور حاصل ہو وہ یقیناً کسی کامل کی طرف دوڑ پڑتا ہے جس سے وہ مدد حاصل کرے اور کسی عظیم ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جس کے فضل وکرم سے اپنی بگڑی کو سنوار سکے اور یہ بات ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے کہ کامل مطلق جس کا کمال ہر کسی سے اکمل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو کہ واجب الوجود ہے۔ پس وہ انسان اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مطلوب و مقصود ہے، جب سلیم العقل حضرات کا یہ فیصلہ ہے تو کوتاہ بین افراد کا کوئی اعتبار نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے کہ عقول سلیمہ ہمارے مطلوب پر متفق ہیں۔

۲۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ جو بھی موجود ہے اور ہمارے نزدیک محسوس ہے۔ اس کی تین ہی حالتیں ہیں۔ یا تو وہ از قبیل جمادات ہوگا یا از قبیل نباتات ہوگا یا از قبیل حیوانات ہوگا اور اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جمادات کا ہر ذرّہ تکوین وتحویل کے اقتدار کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔ پس دیکھئے پانی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے بخارات سے بادل بن جاتا ہے اور پھر بادل بارش کی صورت پانی کے قطرات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ زمینی مواد کو دیکھ لیجئے وہ کئی عوامل کی تاثیر سے معدنیات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

اور دیکھئے بیج سے چھوٹی سی کونپل نکلتی ہے۔ اس پر عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسے توانائی بخشتے ہیں وہ ضخیم ومضبوط ہو جاتا ہے۔ یہاں تک اپنی عمر بلوغ کو پہنچتا ہے اور بار آور ہو جاتا ہے اور پھر کچھ مدت بعد وہ گر پڑتا ہے اور دوسرے زمینی مواد میں بتدریج تبدیل ہو جاتا ہے۔

اور دیکھئے نطفہ سے ایک انسان کی نشوونما نطفہ سے وہ ایک خاص شکل صورت

اختیار کر لیتا ہے اور پھر دنیا میں آنکھ کھولتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک معین مدت تک استفادہ و افادہ میں لگا رہتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب کچھ کسی کے کنٹرول اور کسی پاور کے زیر اثر ہوتا ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ ہر قوت مدرکہ بھی کسی قدرت کی تاثیر کے زیر اثر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ معاملہ ایک ایسی قوت تک پہنچتا ہے جس کے اوپر اور کوئی قوت نہیں ہے۔ ان تمام قویٰ میں سے اشرف اور مضبوط انسان ہے جو کہ ہمیشہ جہالت سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے علم کی طرف، ضعف سے نجات پانے کیلئے قوت کی طرف اور محنت سے بچاؤ کیلئے استراحت کی طرف جدوجہد میں مصروف رہتا ہے۔ وہ ہمیشہ ایک تبدیلی سے دوسری تبدیلی کی طرف سرگرداں رہتا ہے اور اس کی حاجات کا سلسلہ ایک ایسی ذات پر اختتام پذیر ہوتا ہے جو میسّر الامور (امور کا آسان کنندہ) مسبب الاسباب اور تمام تر قوتوں سے اعلیٰ قوت ہے۔

اس تمام گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ موجودات میں سے ہر موجود جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ ضعیف، مسخّر اور محدود ہیں اور اس مسخر اور کمزور کا تصرّف اپنی ذات میں اور اپنے غیر میں ممکن نہیں۔ لہذا یہ بات واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ تمام موجودات ایک ایسے متصرف کے محتاج ہیں جس کا تصرف مطلق و کامل ہے اور قوت ابداع کا مالک ہے۔ وہ اوروں میں تو تبدیلی واقع کرتا ہے لیکن خود تبدیل نہیں ہوتا، سب اس کے سامنے مسخّر ہیں اور وہ کسی کے آگے مسخر نہیں، وہی ذات سب کا مقصود و مطلوب ہے۔

۳۔ اس بات میں کوئی خفا نہیں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و عرفان سے ممتاز فرمایا ہے اور اسی عقل و عرفان کی بدولت انسان ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور نقص سے کمال کی طرف ترقی کرتا ہے اور اسے اس بات کا ادراک تام ہے کہ

اسے جو کچھ بھی حاصل ہوا ہے یا حاصل ہوتا ہے یا حاصل ہوگا اس کا ضرور کوئی نہ کوئی سبب اور کوئی نہ کوئی علت ہوگی۔ وہ کسی دافع یا علاج کے بغیر کسی ضرر کو رفع دفع نہیں کر سکتا اور وہ بغیر اپنی حرکت یا کسی کی حرکت کے اور بغیر کسی سبب اور منشاء کے کھانے کیلئے روٹی، پینے کیلئے پانی، پہننے کیلئے لباس اور رہنے کیلئے مکان بھی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ یہ ترقی یافتہ خردمند جو اپنی زندگی کیلئے اتنے تانے بانے کے چکر میں ہے۔ اسے کیسے اس بات کی تصدیق یا تصور بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی اپنی ذات اور قویٰ بغیر سبب کے حاصل ہوئیں یا مستقبل میں بغیر سبب حاصل ہوں گی؟ اور وہ کیسے تصور کر سکتا ہے علوی اور سفلی کائنات اپنے محتویات سمیت کسی مؤثر کی تاثیر اور مسبب کے سبب کے بغیر معرض وجود میں آ گئی، جس نے بغیر اس کے کسی پیشگی ماڈل کے اس میں تاثیر کی اور عدم سے وجود کی طرف نکالا۔ یقیناً وہ انسان کچھ انصاف اور وجدان سے یہ جان لے گا کہ بے شک اسے اور اس کے سوا تمام مخلوق کو کسی خالق نے بنایا سنوارا ہے اور اسی کی طرف ہر شے کا رجوع ہے اور وہی مطلوب ہے۔

۴۔ اس بات میں کوئی اشتباہ نہیں ہے کہ جس شخص نے ایک خوبصورت پھول کا مشاہدہ کیا یا کسی عجیب مصنوع کو یا کسی ایسی اختراع کو دیکھا جسے اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا یا حسین و جمیل نقش نگاری یا رنگین بُنی ہوئی کسی چیز کو دیکھا تو وہ یہ جان لے گا کہ جس چیز کی طرف اس کی نگاہ اُٹھی ہے ضرور اس کیلئے کوئی نہ کوئی کاریگر، کوئی ذی شان صناع، کوئی ماہر موجد ہے، کبھی بھی اس شخص کے ذہن میں یہ خیال نہیں آ سکتا کہ یہ چیزیں محض اتفاق سے معرض وجود میں آ گئیں ہیں۔

وہ کیسے تصوّر کر سکتا ہے کہ یہ قوتیں جو اسے ودیعت کی گئیں ہیں، مثلاً: آنکھ، اس

کی پلکیں اوراس کے انوار، حواس اوران کے ادراکات واسرار، کھوپڑی اور دماغ کی ترکیب اوران کے محتویات، معدہ اوراس کی کارکردگی، اعضاء اوران کی فٹنگ، ہتھیلی، پورے اور ہتھیلیوں کی لکیریں، یہ تمام بغیر کسی مؤثر کے پیدا ہوگئی ہیں؟ اسے چھوڑیئے! تمام معنوی امور جوانسان پر وارد ہوتے ہیں مثلاً: خوشی وغمی، ذوق وبدمزگی، نشاط وانقباض، امنگیں، تمنائیں اور طبعی رجحانات، انسان کیسے یہ فکر قبول کرسکتا ہے کہ اتنے عظیم آثار واوصاف والے یہ نفوس بغیر کسی خالق کے پیدا ہوگئے ہیں؟ بلکہ سوائے اس بات کے اسے کوئی چارہ نہیں کہ ضروران نفوس کا کوئی باری خالق اور مُبدِع ہے۔ یہی وہ مقصود ہے جو مطلوب ہے۔

۵۔ ذرا خیمۂ افلاک کی طرف نگاہ ڈالیے۔ چمکتے ستاروں اور دمکتی کہکشاں کا نظارہ کیجئے، مشتعل سورج کی شعلہ زن شعاعوں کا مشاہدہ کیجئے جو کہ کرّہ زمین سے دو لاکھ پچاس ہزار مرتبہ بڑا ہے۔ ذرا غور کیجئے یہ شعلہ زن کرّہ کہاں سے آیا ہے اور کون سے مواد سے یہ شعلہ پیدا ہوتے ہیں؟ کیسے اپنے مجموعی ماحول کی بنسبت یہ اپنی مرکزیت قائم رکھتا ہے؟ کیسے اپنے مستقر کی طرف حرکت جاری رکھتا ہے؟ کیسے اس کے اردگرد سیارات اپنے اپنے خاص مداروں میں مستوی یا مائل ہوکر حرکت کرتے ہیں؟ ان سیاروں کی حرکات اوران کے اوزان کی کیسے نگرانی کی جاتی ہے، بایں طور کہ کوئی سیارہ اپنے مدار سے تجاوز کرتا ہے نہ اپنے آثار کی مقدار سے بڑھتا ہے؟ کیسے دن رات کی کسی ایک گھڑی میں بھی کوئی سیارہ اپنے مدار سے منحرف نہیں ہوتا اور نہ ہی اپنی کارکردگی سے باز رہتا ہے؟ ایسے ہی احوال میں سیارات کا یہ مجموعہ ہمیشہ کیسے سرگرداں رہتا ہے؟ اور کیسے سیارات اپنے محور کے گرد گھومتے ہیں گویا کہ وہ سیارہ اپنے اصل اور مرکز کے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔

پس کون سی وہ مرکزی قوت کشش ہے؟ اور کون سے وہ اجتماعی موازین ہیں؟

ان انکشافات سے آگے کئی امور ہیں جن کا ابھی تک انکشاف نہیں ہوسکا۔ جن کا بھید ان کے خالق جل جلالہٗ کو ہی ہے۔ عقل سلیم کا تو یہی چارہ ہے کہ ان مخفی امور کے خالق کا اعتراف کرتے ہوئے اس آیت کا ورد کرے:

وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ (القرآن، پارہ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۱) ''اورسب چہرے اس زندہ قائم رہنے والے کے حضور جھک جائیں گے اس میں کوئی شک نہیں''۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ امور میں بصیرت سے غوروفکر کرنے والا اور مہارت سے چھان بین کرنے والا اپنی رشد وہدایت کو پالیتا ہے اور اس بات کا معترف ہو جاتا ہے کہ یہ مسخّر مطیع آلات جو احکام کے پابند ان کیلئے کوئی آمر ہے۔ جس کی اطاعت میں یہ سب کچھ کیا جارہا ہے۔ اسی کا تمام ملک اور آثار ہیں جو دن کو رات اور رات کو دن پر غالب کرتا ہے۔ ایسی ذات ہی ہمارا مطلوب ہے۔

۶۔ اگر آپ چاہیں تو اس کل مجموع (کائنات) پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں اور آپ کہیں کہ یہ تمام کائنات یا تو ممکن ہے' اس کا عدم اور وجود برابر ہے' یا واجب' جس کا وجود قدم سے ثابت ہے یا بعض کائنات ازلی طور پر واجب ہے اور بعض ممکن ہے' جو عدم سے وجود کی طرف آچکی ہے۔ آپ تھوڑا سا بھی غور کریں تو آپ جان لیں گے کہ دوسرا احتمال (کائنات کے واجب ہونے کا) تو بلاشبہ فاسد ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ اس کائنات کے بہت سے اجزا پر فنا طاری ہوتی ہے اور بہت سی چیزیں جو آپ کے مشاہدہ میں ہیں ان پر حدوث طاری ہوتا ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ آتش فشانی سے پہاڑ لرز اُٹھتے ہیں اور پانی حرارت کی وجہ سے بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو واجب الوجود ہونے کے خلاف ہیں۔

اسی طرح تیسرا احتمال بھی فاسد ہے یعنی بعض کائنات کا واجب قدیم ہونا اور بعض کا ممکن ہونا، کیونکہ پتھر کی مٹی کے ڈھیلے پر کوئی ترجیح نہیں نہ ہی زمین کی پانی پر اور نہ ہی پانی کی ہوا پر کہ بعض واجب ہوں اور بعض ممکن۔ پس بعض کو کون اور فساد کا عارض ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل باقی اشیاء میں بھی جاری ہوتا ہے۔ پس صرف پہلا احتمال ہی باقی رہ گیا۔ یہ کل مجموعہ (کائنات) ممکن الوجود ہے، جس میں عدم اور وجود برابر ہیں اور جس کی دونوں اطراف عدم اور وجود برابر ہوں وہ ایک ایسے مؤثر فاعل کی طرف محتاج ہوتا ہے جو واجب الوجود بھی ہو، کامل و قدیم بھی ہو۔ ایسے واجب الوجود کا اثبات ہی مطلوب ہے۔

۷۔ اس مجموعہ (کائنات) کی علّت من حیث العموم یا تو خود یہی مجموعہ ہے یا اس کا بعض ہے یا اس سے کوئی خارج امر ہے جو اس کی علت ہے۔ یہ بات تو عقل سے بدیہی طور پر غلط ہے کہ یہ مجموعہ خود ہی اپنی علت ہو اور اپنے آپ میں مؤثر ہو کیونکہ مؤثر کا اثر سے پہلے ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اگر مجموعہ (کائنات) اپنی علت آپ ہی ہو تو لازم آئے گا کہ اپنے آپ پر مقدم ہو اور کسی شے کا اپنے آپ سے پہلے پایا جانا بدیہی طور پر محال ہے۔

اور ایسے ہی یہ بھی ممکن نہیں کہ مجموعۂ (کائنات) میں اس کا بعض مؤثر ہو۔ اس لئے کہ پھر اس بعض کا جو کہ مؤثر اور علت ہے۔ اپنے آپ پر بھی تقدم لازم آئے گا جیسا کہ غیر پر بھی مقدم ہوگا تو وہی پہلے والا افساد لازم آئے گا۔

پس باقی صرف تیسرا احتمال رہ گیا کہ اس مجموعہ (کائنات) کی علت اور موثر ایک ایسا امر ہے جو کہ اس سے خارج ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مجموع ممکنات سے

جو موجود خارج ہے، وہ صرف واجب الوجود ہی ہے۔ پس مطلوب ثابت ہوا۔ یہاں سے ہی یہ بات بوجہ اتم ظاہر ہوگئی کہ یہ قول کرنا' کائنات کی علت اور مؤثر طبیعت ہے، یہ ایسا قول ہے جو غلط مشہور ہے اور اس کی کوئی صحیح بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ جس چیز کو طبیعت کہا جاتا ہے یا تو مجموعہ کائنات کی صفت ہے یا مجموعہ کائنات کا عین ہے اور یا مجموعہ کائنات سے خارج ہے۔ اگر یہ احتمال لیا جائے کہ طبیعت ایک صفت ہے اور ایک ایسا خاصہ ہے جو مادہ کون اور اس کے اجزاء کو عارضی ہے تو یہ بات تو معلوم شدہ ہے کہ یہ طبیعت اپنے موصوف سے متاخر ہوگی۔ یعنی پہلے مادہ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ پھر اس کو طبیعت عارض ہو تو عقل ایک متاخر چیز کے ایک مقدم چیز میں مؤثر ہونے کو نہیں مانتی اور اگر یہ احتمال لیا جائے کہ طبیعت اس مجموعہ کائنات کا عین ہے یا جز ہے تو پھر بھی باطل ہے۔ اس لئے کہ شئی کا اپنی ذات میں مؤثر ہونا، اس کا کوئی معنی نہیں ہے۔ پس اب اسی احتمال کا متعین ہونا ضروری ہے کہ طبیعت مجموعہ کائنات سے خارج ایک امر ہے۔

یہ احتمال بھی اگرچہ خلاف عقل ہے اس لئے کہ شئی کی طبیعت کا شئ سے خارج ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ لیکن ہم اس سے تسامح کرتے ہوئے اسے مان لیتے ہیں اور اس میں بحث کرتے ہیں کہ یہ امر جس کو طبیعت کہا جاتا ہے اور مجموعہ کائنات سے خارج ہے یا تو یہ ایک ایسی قوت ہے جس میں زندگی، علم، ارادہ، قدرت اور باقی صفات کمالیہ نہیں ہیں یا ایسا نہیں۔ اگر یوں ہو تو عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی کہ ایسی قوت کائنات اور اس کے نظام اس کی حرکات اس کے آثار اس کے دوام اور اس کی سب سے اشرف نوع کی عقلیت اور اس کے ادراکات میں مؤثر اور ان کا منشاء بن سکے۔

پھر صرف اس قول کی مجال باقی رہ جاتی ہے کہ کہا جائے کہ وہ قوت جو اس

مجموعہ کائنات سے خارج ہے۔ وہ ایک ایسی قوت ہے جس میں کمال و جمال بھی ہے۔ وہ واجب الوجود بھی ہے اور اعلیٰ بھی ہے۔ وہ تمام صفات کمال سے متصف ہے اور ہر قسم کے عیب و نقص کے شائبہ سے پاک ہے۔

وہ وجود، حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر اور کلام سے متصف ہے۔ وہی علی الاطلاق مؤثر ہے۔

اس کی نسبت سے تمام ممکنات موجودہ بالذات، خلق اور ایجاد میں واسطے کے بغیر قائم ہیں۔ اسباب میں سے ہر سبب کو امور عادیہ میں سے شمار کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ ان اسباب کے پائے جانے کے وقت اشیاء کو پیدا کرتا ہے نہ کہ ان اسباب کے ساتھ۔ وہی مؤثر اپنے جمیع افعال میں مختار ہے اس پر کوئی شی واجب نہیں ہے۔ وہ اپنی طرف سے کسی اثر کے پیدا کرنے میں مضطر و مجبور نہیں ہے۔ وہ اس سے کہیں بلند ہے۔

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ جیسے کائنات کا وجود ہمیں معلوم ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ایسے ہی وہ قوت جو کائنات میں مؤثر ہے اور اس سے خارج ہے وہ بھی معلوم و مشہود ہے۔ ہاں یہ ہے کہ ہم اس مؤثر کے بارے میں یہ نہیں جانتے کہ اس مؤثر کی کنہ اور حقیقت کیا ہے کیونکہ کسی شئ کے وجود کا علم اس شئ کی حقیقت کے علم کو مستلزم نہیں ہے۔ لیکن کنہ و حقیقت کی عدم معرفت اس ذات کے اعتراف اور اس پر اعتماد کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ آواز کے علم سے صاحب آواز کا علم ضرور آ جاتا ہے۔ اس کی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا۔ ایسے ہی دروازے کے کھلنے سے کھولنے والے کے وجود کا پتہ چل جاتا ہے۔ اس کی حقیقت کا نہیں۔ بجلی اور روشنی کے آثار سے ان دونوں کے وجود

کا پتہ چل جاتا ہے اور ان کی ماہیت کا پتہ نہیں چلتا۔ ایسے ہی آپ کو آپ کی زندگی، ارادے اور قدرت کا علم آپ کی روح کے موجود ہونے کا علم دیتا ہے۔ یعنی نفس ناطقہ کا علم۔ لیکن اس سے آپ کو آپ کی روح کی ماہیت کا علم نہیں آتا۔

اور ماہیت شئ سے جہالت وجود شئ کے علم میں خلل نہیں ڈالتی۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید خالق کائنات جل جلالہٗ کے وجود، حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر اور کلام کا بیان کرتا ہے لیکن قرآن مجید اس کی حقیقت کے بیان کرنے کے درپے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تکلیف کا دارومدار وسعت پر ہوتا ہے اور ممکن کے بس میں نہیں کہ وہ واجب کا احاطہ کرے کیونکہ ناقص کامل کے احاطہ اور محدود لامحدود کے احاطہ سے قاصر ہے۔

لا تبدع الكون كعقدم نظيم و تردع الذر نظام السديم طبيعة عمياء فی ذاتها و انما المبدع رب عظيم۔

طبیعت جو کہ خود اندھی ہے وہ کائنات کی اس طریقے پر تخلیق نہیں کر سکتی جیسا کہ وہ ایک پروئے ہوئے ہار کی طرح ہے اور نہ ہی طبیعت ایٹم کو روشن کنندہ گیسوں اور ستاروں میں لگا سکتی ہے کائنات کو اس انداز میں بنانے والا صرف رب عظیم ہے۔

قرآنی دلائل

مذکورہ عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ آیات قرآنی ایسے قطعی دلائل کی طرف اشارہ کناں ہیں۔ جن کے سامنے عقول متحیر ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

آیت نمبر ۱: اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ (پارہ ۲۷، الطور/۳۵)

''کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں''

یعنی انسان اس بات کے شعور کے بعد کہ وہ مخلوق ہے، زندہ ہے، قوت ادراک کا مالک ہے، صفات وکمالات سے متصف ہے، وہ کیسے گمان کرسکتا ہے کہ وہ بغیر کسی خالق کے مخلوق ہے اور بغیر کسی کی طرف احتیاج کے اس کا وجود ہے؟ ایسا گمان تو بداہۃً محال ہے یا انسان عقل میں یہ خیال کیسے گردش کرسکتا ہے کہ اس انسانی سلسلہ کے بعض افراد بعض کے خالق ہوں۔ اس بات کا استحالہ تو بہت واضح ہے۔ اس لئے کہ اگر باپ اپنے بیٹے کا خالق ہوتا تو وہ اپنے لئے ایک ایسے بیٹے کا انتخاب کرتا جو سلسلہ انسانی کے افراد میں سے جسم وجسامت، شکل وصورت اور خدّوخال کے لحاظ سے بڑا انسان ہو، حالانکہ بہت سے لوگ بانجھ پن اور ابتری کا غم لئے دیوار قبر تک جا پہنچتے ہیں اور بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے ہاں ایسی اولاد جنم لیتی ہے جن سے ایسی کم مائیگی اور رذالت طبع ٹپکتی ہے اور وہ صورت وسیرت کے لحاظ سے اس قدر بدزیب ہوتی ہے کہ انسان اس کے قریب جانے سے بھی شرمندہ ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کے ساتھ اپنے کسی تعلق یا نسبت کو قبول کرلے۔

آیت نمبر۲: اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پارہ ۱۳، ابراہیم/۱۰)

''کہا اللہ میں شک جو آسمان اور زمین کا بنانے والا ہے''۔

یہ آیت کریمہ ایک نہایت ہی قوی دلیل کا بیان کرتی ہے۔ اسے برہان سببیّت کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ انسان جب ان اجرام فلکی جن میں سورج، چاند اور رخشندہ کواکب ہیں جو کائنات پے ضیا پاشی کرتے ہیں، پے توجہ کرتا ہے' زمین' اس کے معدنیات اور نباتات و حیوانات میں غور کرتا ہے۔ سمندر، اس میں پائے جانے والے جواہر اور سمندری مخلوق پے نظر دوڑاتا ہے تو کیا اس کی عقل یہ فیصلہ کرسکتی ہے کہ یہ ہمہ قسم مخلوقات اور ان کے منافع بغیر کسی

سبب اور فاعل کے معرض وجود میں آگئے ہیں؟ یہ آیت ایک ایسی ذات کے وجود پر دلیل ہے جو کامل الصفات ہے اور جملہ تاثیرات میں مختار ہے اور وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات ہے۔

آیت نمبر۳: وَمِنْ آیَاتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً (پارہ ۲۱، الروم/۲۱)

''اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی''۔

یہ آیت مبارکہ جہاں اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ ایک خاندانی ڈھانچے کی تاسیس اور راحت وسعادت کے حصول کے پیش نظر ایک مرد کیلئے شریک سفر عورت کی تخلیق احسان ہے۔ وہاں یہ آیت ان لوگوں کے اوہام کا بھی ردّ بلیغ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کائنات محض اتفاق سے عالم وجود میں آگئی ہے۔ کوئی فاعل مختار اس کی تخلیق کرنے والا نہیں ہے۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ پے درپے کئی اتفاقات کے نتیجہ میں ایک ایک عاقل مرد معرض وجود میں آیا ۔ تو عقل یہ کیسے تسلیم کرسکتی ہے کہ محض اتفاق ہی اس عاقل کی ضرورتوں کے ایک طویل سلسلے کو مہیا کرسکے کہ محض اتفاق ہی سے اس عاقل مرد کے ساتھ ہو بہو اس صورت اور ظاہری ہیئت میں ایک اور فرد پیدا ہوجائے۔ جس کو حسن وجمال اور انس ومحبت کے اوصاف ودیعت کئے گئے ہوں اور یہ فرد مخلوق اس مرد عاقل سے صرف چند داخلی ترکیبات میں مثلاً رحم وغیرہ میں مختلف ہو اور ابدی سعادت کے حصول میں اس کا معاون ومددگار ہو۔

آیت نمبر۴: وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا (پارہ ۱۴، النحل/۶۸)

''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا''۔

کوئی ذی عقل یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ فقط اتفاق ہی سے ایسے حشرات پیدا ہوگئے جنہیں مسدّس شکل پر ایک چھتہ اور اس کے خلیے بنانے کا ایسا اعلیٰ ادراک ہے کہ درمیان سے

کہیں کوئی شگاف و پھٹن نہیں رہ جاتی پھر ان میں انتظامی صلاحیتیں ہیں۔ فرمانروائی اور فرمانبرداری کا احساس ہے اور اپنے امیر کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کرنے والی موسیقاروں کی ایک ٹیم ہے۔ جو گاتی بجاتی چھتے سے باہر نکلتی ہے تب ان کا امیر باہر جلوہ گر ہوتا ہے۔ پھر امیر کے اڑنے کے بعد تمام اس کے پیچھے پیچھے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ تصور کی کہاں مجال کہ ان تمام ادراکات واحساسات کو محض اتفاق قرار دے۔ تصور تو یہی کہتا ہے کہ یہ ادراکات کسی ایسے خالق کی طرف سے ہی سونپے جاسکتے ہیں جو حکیم وخبیر ہے اور اپنی مخلوقات کو حکمتوں کا الہام کرتا ہے۔

قرآن حکیم اور دہریوں کا رد

قرآن مجید دہریوں کے اوہام کو رد کرتا ہے جو تمام حوادث وقائع کو دھر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ نص قرآنی ہے:

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ۔ (پارہ ۲۵، سورۃ الجاثیۃ، آیت ۲۴)

''اور انہوں نے کہا وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو صرف گمان کرنے والے ہیں''۔

یعنی وہ انسان کی خلقت، اس کی زندگی، ایک معین مدت تک اس کی بقا اور اس کی موت کو دہر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ احوال زمانیہ اور فاعل قادر ومختار ان پر مشتبہ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ یہ اشتباہ کسی نہایت ہی غبی اور کند ذہن کو ہو سکتا ہے اور جس کی طرف وہ تمام امور کو منسوب کرتے ہیں وہ ایک ایسی غیر مؤثر چیز ہے کہ اس کی تاثیر صرف بے فائدہ وہم وگمان کی حد تک ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دہر اس مدّت اور استمرار کو کہتے ہیں جو چکروں اور پے درپے حرکات سے پیدا ہوتی ہے اور وہ حرکات ایک ایسے قادر کی قدرت کا اثر ہیں جو کہ محرک

ہے اور وہ قدرت تو اس واجب الوجود کی قدرت ہے جو اپنی ہر مخلوق کا عالم اور اپنے ہر تصرف میں مختار ہے۔ پس حق تو یہ ہے کہ مذکورہ امور کی نسبت اس ذات کی طرف کی جائے نہ کہ جامد اور عقل وشعور وارادہ سے عاری اشیاء کی حرکات کی طرف کی جائے۔

اسی طرح قرآن مجید نے ان تمام کا رد کیا ہے جو تعطیل واتفاق کا عقیدہ رکھتے ہیں یا لاشعوری قوتوں اور دہر وطبیعت کی تاثیر مانتے ہیں۔ قرآن مجید نے یہ رد آسان اور تکلف وعمق سے سالم عبارت میں کیا ہے جو کہ شکوک واوہام پر بجلیاں گراتی ہوئی اصحاب عقل کو حق ویقین کی منزل تک پہنچاتی ہیں۔

قرآن مجید بہت سی آیات میں توحید اور اس بات کے اعتراف کی دعوت دیتا ہے کہ کائنات کا خالق ایک ہے کیونکہ وہی خالق، خلق وایجاد اور ابداع کے لائق ہے جو قادر ومختار ہو، خلق وامر والا ہو۔ جب خالق کی یہ شان ومنزلت ہے تو پھر اس کے ساتھ شریک کے اعتبار کا تو کوئی معنی ہی نہیں ہے اور پھر ایسا شریک کہ جسے کوئی قدرت واختیار حاصل ہی نہیں۔ چنانچہ آیات قرآنیہ ملاحظہ ہوں:

۱۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (پارہ ۲، سورۃ البقرہ آیت ۱۶۳)

''اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان''

۲۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (پارہ ۳، سورۃ البقرہ آیت ۲۵۵)

''اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں''

۳۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پارہ ۲۴، سورۃ الزمر، آیت ۶۲، ۶۳) ''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور ہر وہ چیز کا مختار ہے اسی کیلئے زمین وآسمان کی چابیاں ہیں''

بعض مقامات پر قرآن مجید مشرکین کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ خالق حقیقی تو عظیم اور عجیب اشیاء کی تخلیق کرتا ہے۔ تم جن شرکاء کا دعویٰ کرتے ہو ان میں سے کوئی ایسی قدرت والا پیش تو کرو

۴۔ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (پارہ۱۱،سورۃ یونس آیت ۳۴)

''تم فرماؤ تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے کہ اوّل بنائے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے تم فرماؤ اللہ اوّل بناتا ہے پھر فنا کے بعد دوبارہ بناتا ہے تو کہاں اوندھے جاتے ہو''

کبھی قرآن مجید توحید پر واضح روشن اور اعتقادی دلیل پیش کرتا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (پارہ۱۷،سورۃ الانبیاء،آیت ۲۲)

''اگر آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور خدا ہوتے تو زمین وآسمان ضرور تباہ ہو جاتے''۔

اس آیت میں بظاہر تو ایک اقناعی اور خطابی دلیل ہے جو اس بات پر مبنی ہے کہ تعدّد شرکاء کی وجہ سے نزاع واضطراب اور انتظام امور میں خلل واقع ہوتا ہے لیکن حقیقۃً اس آیت میں توحید پر برہانی دلیل ہے۔اس کی تقریر یوں ہے کہ اگر زمین وآسمان میں صحیح الوہیت کے حامل کئی خدا ہوتے تو ان کے درمیان تمانع (یعنی ایک دوسرے کو روکنا) ممکن ہوتا اور اگر ان کے درمیان تمانع ممکن ہے تو ان میں سے ہر ایک کے عجز کا امکان لازم آئے گا اور اگر ان تمام کا عجز ممکن ہو تو ان میں سے کوئی بھی الٰہ نہیں ہو سکتا۔جب ان میں سے کوئی بھی الٰہ نہیں ہے تو پھر زمین وآسمان اور کائنات کا وجود نہیں ہو سکتا۔چنانچہ آیت کریمہ میں زمین وآسمان کے فساد سے مراد ان کا انتفا اور ان کا عدم وجود ہے۔جیسا کہ علماء کلام نے اس کی وضاحت کی ہے۔ (لہٰذا زمین وآسمان کا وجود توحید باری تعالیٰ پر دلیل ہے)

حاصل کلام یہ ہے کہ آیات قرآنیہ اگر چہ اپنی فصیح وبلیغ عبارات سے اپنے مقصود پر دلالت کرتی ہیں لیکن یہ آیات ایسی تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل ہیں جن تک صرف متبحر علماء کی عقول کی رسائی ہے۔یہ اپنی جگہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے پر دلیل بھی ہے۔چونکہ ایسا کلام ایک بشر کی طاقت سے باہر ہے۔اس لئے اس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وجود پر بھی استدلال کیا جاتا ہے۔

حضرتِ علامہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف جلالی صاحب

(فاضل بغداد یونیورسٹی۔ فاضل جامع محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف، ایم اے عربی پی ایچ ڈی عربی)

کی دیگر مطبوعات

١۔ مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے؟

٢۔ صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں؟

٣۔ سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کا آستانہ

٤۔ فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات

٥۔ ایک نومسلم کے سوالات کے جوابات

٦۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت بانی فقہ

٧۔ مناظرِ کائنات، حسنِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حدائق بخشش

٨۔ مفہومِ قرآن بدلنے کی واردات (مکمل 6 حصے)

٩۔ جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ علیہم الرضوان

١٠۔ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی ذوق

١١۔ توحیدِ باری تعالیٰ

١٢۔ میلادُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شرعی حیثیت

١٣۔ فحش گانوں کا عذاب

١٤۔ سرزمینِ عراق مع عراق میں عید میلادُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

١٥۔ چٹاگانگ میں چند روز (سفرنامہ بنگلہ دیش)

١٦۔ مناظرہ دعا بعد نمازِ جنازہ

١٧۔ یورپ میں اسلام کے پھیلتے ہوئے اثرات

١٨۔ میرے شیخ حافظ الحدیث سیّد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

١٩۔ خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام

ملنے کے پتے

اویسی بک سٹال: جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ﷺ ایکس بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

مسلم کتابوی: دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور فون: 7225605